18

قبولیت دعا کے خلاف ایک ٹریکٹ کا جواب

(فرمودہ 12 جولائی 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مجھے پرسوں ایک ٹریکٹ بھجوایا گیا ہے جس میں میری اس تقریر پر اعتراضات کئے گئے ہیں جو میں نے گزشتہ دنوں موجودہ جنگ کے متعلق کی تھی اور جس میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ اگر انگریز سچے دل سے توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان مصیبت کے ایام کو ان کے سروں پر سے ٹال دے گا اور ان کی فتح اور نصرت کے سامان پیدا کر دے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ہی ان اعتراضات کا اصولی جواب آ چکا ہے تاہم میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آج بھی اسی سلسلہ میں بعض ایسے امور جو دعا کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بیان کر دوں۔

اس ٹریکٹ کا لکھنے والا ایک ایسا شخص ہے جو دین سے قطعاً ناواقف ہے اور اس کو خدائی احکام یا خدائی سنتوں سے کوئی آگاہی اور واقفیت نہیں۔ اس نے اپنے اس ٹریکٹ میں چند واقعات ایسے گنائے ہیں جن کے متعلق اس کا خیال ہے کہ ان کے بارے میں میری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ مگر وہ واقعات اس قسم کے ہیں کہ ان کے بارے میں اس نے پہلے آپ ہی یہ فرض کر لیا ہے کہ ان کے متعلق میں نے دعائیں کیں اور پھر آپ ہی یہ فرض کر لیا ہے کہ میری وہ دعائیں قبول نہیں ہوئیں اور پھر آپ ہی یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ چونکہ ان امور کے متعلق

میری دعائیں قبول نہیں ہوئیں اس لئے میرا یہ دعویٰ کرنا کہ اگر انگریز توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا بالکل غلط ہے۔ یہ تو الٰہی تقدیر ہے کہ ان اعتراضات کے شائع ہونے سے پہلے ہی اصولی رنگ میں میری طرف سے ان وساوس کا جواب دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ مَیں یہ امر کھول کر بیان کر چکا ہوں کہ کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس کی فلاں دعا ضرور قبول ہوگی یہ معنے نہیں رکھتا کہ اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہی اعتراض ہؤا کہ تم جو کہتے ہو کہ اگر میں دعا کروں تو اس طرح ہو جائے اگر اپنے اندر کوئی حقیقت رکھتا ہے تو تم پر فلاں مصیبت کیوں آئی؟ اور تمہارے فلاں رشتہ دار کو کیوں تکلیف پہنچی؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتراض کا یہی جواب دیا کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ جب خدا تعالیٰ کی تقدیر مجھے معلوم ہوتی ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ ایسا ہو جائے گا اور جب معلوم نہیں ہوتی تو میں کہتا ہوں کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ وہ اگر چاہے تو دعا قبول کر لے اور اگر چاہے تو ردّ کر دے۔ پس اگر یہی بات صحیح ہو کہ دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کی ہر دعا قبول ہو یا جس پر کبھی کوئی مصیبت اور بلاء نازل نہ ہو تو ایسا شخص انبیاء میں بھی کوئی نظر نہیں آسکتا۔

اول تو ٹریکٹ لکھنے والے نے جو مثالیں دی ہیں ان میں سے سوائے ایک کے کوئی امر ایسا نہیں جس کے متعلق مَیں نے یہ بھی کہا ہو کہ مَیں نے اس کے متعلق دعا کی ہے۔ صرف اس نے قیاس کر لیا ہے کہ چونکہ جماعت پر فلاں وقت فلاں مصیبت آئی اس لئے تم نے ضرور اس کے متعلق دعا کی ہوگی۔ حالانکہ دعا بالکل اور چیز ہوتی ہے اور توجہ الی اللہ اور چیز ہے۔

بندہ جب بھی کوئی مشکل دیکھتا ہے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا اور اس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کی مشکل کو دور فرما دے مگر اسے دعا نہیں کہتے بلکہ اسے انابت کہتے ہیں۔ دعا تو وہ ہوتی ہے جس کے متعلق کہتے ہیں کہ "جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جائے"۔ یہ دعا ہر روز نہیں ہوتی اور نہ ہر بات کے متعلق ہوتی ہے مگر لوگوں نے اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے دعا کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ محض سجدے میں اپنا سر جھکا دینا اور کہنا کہ خدایا فلاں مصیبت ٹل جائے یا فلاں بیمار اچھا ہو جائے یہ دعا ہے حالانکہ یہ

دعا نہیں بلکہ یہ ایک انابت ہے، یہ ایک عبادت ہے اور اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ بندے کا فرض ہے کہ جب بھی وہ کوئی مصیبت دیکھے خدا تعالیٰ کے حضور جھکے اور اس کے آگے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے التجا کرے کہ وہ اس مصیبت کو دور کر دے مگر دعا کی کیفیت تو انسان پر ایسی حاوی ہوتی اور اس کے رگ وریشہ اور جسم اور روح کے ذرہ ذرہ پر ایسی طاری ہوتی ہے کہ کسی دوسری طرف انسان کو توجہ ہی نہیں ہوتی۔ اگر ہر امر کے متعلق انسان دعا مانگنے لگے تو پھر تو شاید سال بھر میں صرف ایک دن کی ضرورتوں کے متعلق ہی دعا کی جا سکے۔

امتِ محمدیہ کے تمام بزرگ کہتے چلے آئے ہیں کہ جو کچھ مانگنا ہو اپنے خدا سے مانگو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر تمہیں اپنی جوتی کے تسمہ کی بھی ضرورت ہو تو خدا سے طلب کرو۔ اس نقطۂ نگاہ کے ماتحت غور کر کے دیکھ لو کہ دن رات میں کتنی ضرورتیں ہیں جو انسان کو پیش آتی ہیں اور کتنی دفعہ اسے خدا تعالیٰ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ ایک مکھی اگر انسان کے جسم پر بیٹھ جائے تب بھی اس اصول کے مطابق ہم خدا سے ہی کہیں گے کہ وہ اسے ہٹائے۔ اگر چیونٹیاں کسی کھانے کی چیز کو چمٹی ہوئی ہوں گی تو ہم خدا سے ہی کہیں گے کہ وہ ان چیونٹیوں کو دور کرے۔ اگر دھوپ کی شعاعیں ہمارے مکان کو نقصان پہنچا رہی ہوں گی تو ہم اس دھوپ کی ہر شعاع سے خدا کی ہی پناہ طلب کریں گے اور اگر بارش کثرت سے برسنے لگے اور وہ ہمارے لئے نقصان کا موجب بن جائے تو بارش کے ہر قطرے سے بھی ہم اللہ تعالیٰ کی ہی پناہ طلب کریں گے۔ اسی طرح کھانے کے متعلق، پینے کے متعلق، بیوی بچوں کے متعلق، پڑھائی کے متعلق، گھر کی صفائی کے متعلق، رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق، قرض داروں کے متعلق، غرض بیسیوں امور کے متعلق ہمیں روزانہ ضروریات پیش آتی رہتی ہیں اور سینکڑوں واقعات ایسے سامنے آجاتے ہیں کہ ہم اپنے ایمان کی بناء پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے استعانت طلب کریں۔ اب اگر ان امور میں سے ہر امر کے متعلق اسی قسم کی دعا کی جائے جو ضرور قبول ہو جاتی ہے تو صرف ایک دن کے کاموں کے لئے ہی بعض دفعہ

سال بھر کی دعا کی ضرورت ہو گی۔

پس دعا اور چیز ہے اور انابت اور چیز۔ روزانہ اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے جب انسان خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے تو گو اس کے دل میں یہ یقین اور توکل ہوتا ہے کہ کام سب خدا نے ہی کرنے ہیں لیکن وہ ان کو اتنا اہم نہیں سمجھتا کہ خدا تعالیٰ کے دامن کو پکڑ لے اور کہے کہ میں اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک میرا مقصد پورا نہ ہو لے اور دعا دراصل یہی ہوتی ہے کہ جب کوئی امر انسان خدا تعالیٰ سے منوانا چاہے تو پھر اس وقت تک ہٹے نہیں جب تک خدا تعالیٰ اس کی مراد کو پورا نہ کر دے۔ پس یہ ایک شدید غلطی ہے جو عام طور پر لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے کہ وہ دعا اور انابت میں فرق نہیں کرتے۔

قرآن کریم نے دعا اور انابت کو الگ الگ رکھا ہے چنانچہ ایک مقام پر تو فرماتا ہے کہ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ۔ 1 اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔2 انابت ہمارے دل میں ہر وقت ہوتی ہے اور ہم ہر وقت اس سے کام لے سکتے ہیں۔ مثلاً ہمیں پیاس لگتی ہے تو ہم دل میں کہتے ہیں کہ اللہ میاں آپ ہی ہمیں پانی پلا سکتے ہیں حالانکہ نوکر بھی موجود ہوتا ہے اور پانی بھی گھڑوں میں موجود ہوتا ہے اور ہم نوکر کو پانی لانے کے لئے کہہ بھی دیتے ہیں۔ ہم کیوں دل میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تُو ہی پانی پلا سکتا ہے۔ اس لئے تُو ہی مجھے پانی پلا۔ اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نوکر بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے اور وہ اگر پانی پلائے گا تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کے منشاء کے ماتحت ہی پلائے گا یا اگر نوکر نہ ہو اور بیوی موجود ہو تو ہم اسی کو کہہ دیں گے کہ ہمیں پانی پلانا مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے دل میں یہ یقین ہو گا کہ پانی پلانے والا خدا ہی ہے۔ اگر وہ نہ چاہے تو بیوی بچوں یا نوکروں کی کیا طاقت ہے کہ کسی کو پانی کا ایک گھونٹ بھی دے سکیں۔ پس ایسی حالت میں یہی ہوتا ہے کہ ایک طرف ہم اپنے کسی نوکر یا بیوی بچے کو آواز دیتے ہیں اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر لیتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ فضل نازل کرنے والا وہی ہے مگر ہم یہ نہیں کرتے کہ سجدے میں گر جائیں اور کہیں کہ ہم اس وقت تک اپنا سر نہیں اٹھائیں گے جب تک خدا ہمیں پانی نہیں پلائے گا۔ یہ انابت بعض دفعہ ایک سیکنڈ کی ہوتی ہے اور بعض دفعہ کچھ زیادہ وقت بھی لے لیتی ہے مگر بہر حال اس کا سلسلہ

صبح سے شام تک ہمارے تمام کاموں میں چلتا ہے۔ لیکن دعا بہت بڑا وقت چاہتی ہے۔ بسا اوقات وہ سالوں چاہتی ہے، بسا اوقات مہینوں چاہتی ہے، بسا اوقات ہفتوں چاہتی ہے بسا اوقات دنوں چاہتی ہے اور بسا اوقات گھنٹوں چاہتی ہے اور کبھی جب وہ دعا اللہ تعالیٰ کے الہام کے ماتحت ہوتی ہے تو منٹوں میں بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ مُنہ سے ایک فقرہ کہہ دے مَیں فوراً اسے قبول کر لوں گا اور درحقیقت یہ بھی دعا نہیں ہوتی بلکہ ایک ناز ہوتا ہے۔ ایسا ہی ناز جیسے عاشق اور معشوق کے درمیان ہوتا ہے یا جیسے بچوں کے متعلق بعض دفعہ ماں باپ چاہتے ہیں کہ انہیں مٹھائی کی ڈلی یا کھانے کے لئے کوئی پھل دے دیں مگر وہ چاہتے ہیں کہ بچہ اپنی زبان سے چیز مانگے۔ چنانچہ وہ مٹھائی کی ڈلی یا پھل اسے دکھا کر کہتے ہیں کہ کہو یہ ہمیں دے دو اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ ادھر مانگے اور اُدھر اسے دے دیا جائے۔ ایسی حالت میں بچہ بعض دفعہ ضد کر کے نہیں مانگتا تو ماں باپ اصرار کرتے چلے جاتے ہیں کہ نہیں ضرور مانگو کیونکہ ان کا اپنا دل چاہتا ہے کہ بچہ مانگے اور وہ دیں۔ اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کا بھی دل چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے مانگے اور وہ کہتا ہے اے میرے بندے مجھ سے مانگ تا تجھے دوں۔ چنانچہ مُنہ سے نکالنے کی دیر ہوتی ہے کہ بندے کو اس کی مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے۔

پس ایک ہوتی ہے انابت، ایک ہوتا ہے ناز اور ایک ہوتی ہے دعا۔ انابت توکّل کا ایک حصہ ہے اور یہ ہر وقت مومن کے ساتھ رہتی ہے۔ حتّٰی کہ اگر کسی کے دل میں انابت نہ ہو تو وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے پیاس لگتی ہے تو اس انابت کی وجہ سے اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا ہی پانی پلائے گا، بھوک لگتی ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا ہی کھانا کھلائے گا، مکان کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا ہی مکان مہیا کرے گا، کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ خدا ہی اسے کپڑے پہنائے گا۔ بے شک وہ کئی کاموں میں بیوی سے بھی مدد لیتا ہے، مثلاً وہ بیوی سے کھانا پکواتا ہے، کپڑے سلواتا ہے، پانی پینے کی ضرورت ہو تو اسے کہتا ہے کہ پانی لا دو اور اسی طرح بیوی کے بہت سے کام یہ کرتا ہے مگر ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی یقین رکھتا ہے کہ بیوی کی زندگی خدا کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں۔

اگر بیوی کو وہ وفات دے دے تو میں اسے کس طرح زندہ کر سکتا ہوں۔ یا فرض کرو بیوی کو مجھ سے شدید نفرت ہو جائے اور وہ قاضی کے پاس خلع کی درخواست کر دے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ ایسی حالت میں بالکل ممکن ہے کہ خاوند کہے کھانا تیار کرو اور بیوی کہے کہ کھانا کیسا؟ میں تو قاضی کے پاس خلع کی درخواست لے کر چلی ہوں۔ پس چونکہ تمام سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور وہی ہر کام کے لئے اسباب مہیا کرتا ہے اس لئے مومن ہر مشکل کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے اپنی مصیبت کے دور ہونے کی التجا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ ظاہری سامانوں سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے لیکن بہر حال یہ انابت ہوتی ہے دعا نہیں ہوتی۔

پس اول تو یہ نادان شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے سمجھتے ہی نہیں کہ دعا کیا چیز ہوتی ہے؟ پھر اسی ناواقفیت کی وجہ سے وہ خیال کرتے ہیں کہ انسان کی ہر دعا ضرور قبول ہونی چاہیئے۔ حالانکہ اگر یہ اصول درست ہو کہ ہر مشکل کے وقت جب کوئی شخص دعا کرے تو اس کی دعا کو ضرور قبول ہو جانا چاہیئے تو ماننا پڑے گا کہ آج تک کوئی نبی بھی قبولیت کے مقام پر کھڑا نہیں ہوا۔ آخر سوچنا چاہیئے کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو مشکلات پیش آئی تھیں یا نہیں؟ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جنگل میں وفات پا گئے جس کے سامنے وہ موعود ملک تھا، جس کے متعلق خدا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ تھا کہ اس میں تُو اور تیری قوم داخل ہو گی۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ملک میں داخل ہونے کے متعلق دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ یقیناً کی ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ ان کے بھائی ان کی مخالفت کریں گے تو کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعائیں نہیں کی ہوں گی کہ میرے بچے یوسفؑ کی مخالفت نہ کریں اور خدا ان کو تقویٰ و طہارت اور پاکیزگی سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر کیا یہ دعا قبول ہوئی؟ اور کیا انہی بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو شدید تکالیف نہیں پہنچائیں؟ پھر انجیل میں صاف لکھا ہے کہ صلیب دیے جانے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام رات اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہے کہ:

"اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔"3

مگر یہ پیالہ ٹلا تو نہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنوں نے صلیب پر لٹکا ہی دیا۔

پھر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بچے فوت ہوئے۔ کیا اس قسم کے لوگ کہہ سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائیں نہیں کی ہوں گی؟ آپؐ کو اپنی اولاد سے جو محبت تھی اور آپؐ کے دل میں ان کے متعلق جس قسم کا درد پایا جاتا تھا اس کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے کہ جب ابراہیم جو آپ کی نرینہ اولاد میں سے سب سے آخری بچہ تھا فوت ہوا تو آپ نے اس کی لاش کو اپنی گود میں اٹھالیا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔4 پھر آپؐ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جا اپنے بھائی عثمانؓ بن مظعون کے پاس۔ حضرت عثمانؓ بن مظعون ایک صحابی تھے جو سترہ اٹھارہ سال بلکہ اس سے بھی کم عمر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کے ماں باپ ان کے شدید مخالف ہو گئے۔ اتنے شدید کہ ان کی ماں ان کے ہاتھ سے پانی تک نہیں پیتی تھی مگر باوجود اس شدید محبت کے جو انہیں اپنی والدہ کے ساتھ تھی انہوں نے اسلام چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ آخر ان کے ماں باپ نے انہیں اپنے گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑو گے ہم تجھے اپنے گھر میں نہیں آنے دیں گے۔ انہوں نے خوشی سے اپنے گھر کو چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ میرا باپ بھی محمد ہے اور میری ماں بھی محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اور ایک مجلس میں اسلامی تعلیم کی تائید میں بول کر ایسی مار کھائی کہ آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔5 ان کی اس قربانی کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی اور آپؐ انہیں اپنے بچوں جیسا عزیز سمجھتے تھے۔ بعد میں وہ ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے انہی عثمان بن مظعون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جا اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے پاس۔

غرض بعض روایات کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بچے فوت ہوئے اور لازماً ہر بچہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں کی ہوں گی مگر آخر اللہ تعالیٰ کی مشیت غالب آئی اور وہی ہوا جو اس نے چاہا تھا۔

ایک دفعہ آپ قبرستان کے پاس سے گزر رہے تھے کہ آپ نے ایک بڑھیا کو دیکھا

کہ وہ ایک قبر پر بیٹھی بین ڈال رہی ہے۔ رسول کریم ﷺ اس کے قریب گئے اور فرمایا بڑھیا کیا ہؤا؟ اس نے کہا میرا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا بڑھیا صبر کرو خدا کی یہی مشیت تھی۔ بڑھیا نے شدتِ غم میں آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا کہ کون شخص اس سے باتیں کر رہا ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ ایسی حالت میں انسان کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ اپنے سر کو جھکائے ہوئے ہوتا ہے اس نے رسول کریم ﷺ کو پہچانا نہیں تھا۔ کہنے لگی میاں دوسروں کے لئے نصیحت ہوتی ہے ورنہ جس کے دل کو لگتی ہے وہی جانتا ہے کہ یہ صدمہ کتنا سخت ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا مائی میرے گیارہ بچے فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہہ کر آپ اپنے مکان کی طرف تشریف لے گئے۔ بعد میں کسی نے اسے بتایا کہ بدبخت وہ تو رسول کریم ﷺ تھے۔ وہ یہ سنتے ہی دوڑتی ہوئی آپ کے پاس پہنچی اور کہنے لگی یا رسول اللہؐ میں نے صبر کیا۔ آپ نے فرمایا اَلصَّبْرُ لِاَوَّلِ وَھْلَۃٍ صبر تو وہی ہے جو شروع میں کیا جائے ورنہ رودھو کر تو سب کو صبر آ جاتا ہے۔6

ایک دفعہ آپ کا ایک نواسہ فوت ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے جب اسے دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگ گئے۔ ایک صحابی کہنے لگا یا رسول اللہ آپ تو دوسروں کو صبر کی تلقین کیا کرتے ہیں اور خود روتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں روتی ہیں اور یہ رحمت کی علامت ہے۔7 اگر تمہارا دل خدا تعالیٰ نے سخت بنا دیا ہے تو میں کیا کروں؟

غرض درد آپؐ کے دل میں تھا اور اس وجہ سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے بچوں کے لئے دعائیں نہیں کی ہوں گی مگر باوجود اس کے کہ رسول کریم ﷺ نے ان بچوں کے لئے دعائیں کیں آپ کے گیارہ بچے فوت ہو گئے۔ (روایات میں اختلاف ہے بعض میں کم تعداد کا ذکر ہے۔)

اس ٹریکٹ کے لکھنے والے نے میری بھی گیارہ دعائیں ایسی شمار کی ہیں جو اس کے خیال میں قبول نہیں ہوئیں اور رسول کریم ﷺ کے بھی گیارہ بچے ہی فوت ہوئے تھے۔ اب کیا یہ کہا جائے گا کہ آپ نے ان کے متعلق دعائیں نہیں کی تھیں یا یہ کہا جائے گا کہ رسول کریم ﷺ نے دعائیں تو کیں مگر وہ قبول نہ ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی

بیماری میں ان کی صحت کے لئے کتنی دعائیں کیں۔ ہمارے سلسلہ کے اخبارات کے فائل اس پر گواہ ہیں مگر کیا مولوی عبد الکریم صاحب تندرست ہو گئے؟ اور کیا اس کے باوجود آپ نے دنیا کو چیلنج دیا ہے یا نہیں کہ مجھے قبولیت دعا کا معجزہ دیا گیا ہے اور اس نشان میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اب کیا کوئی مخالف اگر یہی بات پیش کرے کہ جب مولوی عبد الکریم صاحب کے متعلق آپ کی دعا قبول نہ ہوئی تو آپ نے قبولیت دعا کے نشان میں مقابلہ کرنے کا چیلنج کس طرح دیا؟ تو کیا اس کی یہ بات معقول ہو گی؟ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی صحت کے لئے بہت دعائیں کیں اور آپ کو ان سے اس قسم کا تعلق تھا کہ جب وہ فوت ہوئے تو گو آپ کی عادت میں یہ بات داخل تھی کہ آپ ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے اور عشاء تک مختلف دینی مسائل پر باتیں کرتے رہتے۔ (مولوی عبد الکریم ایسے موقع پر ہمیشہ آپ کے دائیں طرف بیٹھا کرتے تھے) جب مولوی صاحب کی وفات ہو گئی تو آپ نے مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھنا بند کر دیا۔

ایک دفعہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ حضور پہلے مغرب کے بعد مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے اور مختلف دینی مسائل بیان کیا کرتے تھے جس سے آنے والے مہمانوں اور دوسرے لوگوں کو بہت کچھ فائدہ ہوتا تھا مگر اب حضور نے بیٹھنا بند کر دیا ہے ہماری خواہش ہے کہ حضور پھر اس سلسلہ کو جاری فرما دیں کیونکہ لوگوں کو حضور کے نہ بیٹھنے کی وجہ سے بہت تکلیف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اب مجھ سے بیٹھنا برداشت نہیں ہو سکتا کیونکہ جب میری نظر اس طرف جاتی ہے جہاں مولوی عبد الکریم صاحب بیٹھا کرتے تھے تو میرے دل کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

اسی طرح ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد جب بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے کتنی ہی دعائیں کیں مگر ان دعاؤں کے باوجود وہ بھی فوت ہو گیا کیونکہ خدا کی مشیّت یہی تھی۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پہلے مولوی عبد الکریم صاحب کے لئے آپ نے دعائیں کیں مگر وہ قبول نہ ہوئیں اور مولوی صاحب فوت ہو گئے۔ پھر مبارک احمد کے لئے آپ نے دعائیں کیں مگر وہ بھی قبول نہ ہوئیں اور مبارک احمد فوت ہو گیا۔ ایسی حالت میں

دنیا کو چیلنج دینے کے معنی کیا ہوئے؟ اور کس طرح معلوم ہؤا کہ آپ کی دعائیں زیادہ سنی جاتی ہیں؟ بلکہ اس سے بھی پہلے بشیر اول فوت ہؤا اور آپ نے اس کے لئے بہت دعائیں کیں۔ یہ تو آپ کو اس کی وفات پر معلوم ہؤا کہ جس لڑکے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی ہے اس کا مصداق بشیر اول نہیں لیکن جب تک وہ زندہ رہا آپ کا یہی خیال تھا کہ وہی موعود لڑکا ہے اور آپ نے نہ صرف خود اس کے لئے دعائیں کیں بلکہ دوسروں سے بھی کروائیں مگر پھر بھی وہ فوت ہو گیا۔

پھر آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب اور اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور مولوی عبدالکریم صاحب اور سلسلہ کے بعض اور بزرگ مسجد میں جمع ہو کر دعا کر رہے تھے اور تیسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں بُرا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفۂ اول مطب کیا کرتے تھے اور آجکل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھے ہیں وہاں اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں اس طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع کر دیئے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ آتھم مر جائے یا اللہ آتھم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجہ میں آتھم تو نہ مرا۔ پھر کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جب ایسے معاملات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں قبول نہ ہوئیں تو آپ کا دنیا کو قبولیت دعا کے نشان میں مقابلہ کا چیلنج دینا ناجائز تھا؟

غرض اگر یہ صحیح ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کا دعویٰ اسی شخص کا صحیح سمجھا جا سکتا ہے جس کا کبھی کوئی نقصان نہ ہؤا ہو اور نہ اسے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو تو پھر تو کوئی نبی بھی ایسا نہیں جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول ہوئیں۔ سب سے بڑے نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر میں بتا چکا ہوں کہ آپ کی اولاد بھی فوت ہوئی۔ اسی طرح آپؐ کی

ایک بیوی فوت ہوئی حالانکہ وہ آپ کو اتنی پیاری تھیں کہ اس کی مثال اور کسی بیوی میں نظر نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول کریم ﷺ کو بڑی محبت تھی مگر ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے ہی کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی بیوی کے متعلق کبھی غیرت بھی آئی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ زندہ بیویوں میں سے تو کسی کے متعلق مجھے کبھی غیرت نہیں آئی مگر ایک بیوی جو وفات پا چکی ہے اس کے متعلق مجھے ضرور غیرت آ جاتی ہے کیونکہ کبھی کبھی رسول کریم ﷺ اس کی اتنی تعریف کرتے، اتنی تعریف کرتے کہ میں کہتی یا رسول اللہ کیا وہ بڑھیا آپ کو اس جوان سے اچھی لگتی ہے؟ اور رسول کریم ﷺ فرماتے کہ عائشہؓ! تجھے کیا معلوم خدیجہؓ کیا تھی؟ اور یہ کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور فرماتے اس نے میری اتنی خدمت کی ہے اور اس نے اس طرح اپنے آپ کو میرے لئے قربان کر دیا کہ میں اس کی خدمت اور اس کے درجہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ 8

ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے وعظ و نصیحت کر رہے تھے۔ عورتیں آپ کے ارد گرد بیٹھی تھیں اور ان عورتوں میں بڑے بڑے معزز خاندانوں کی مستورات شامل تھیں کہ اچانک ایک بڑھیا پھٹے پرانے کپڑوں میں آ گئی۔ آپ اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور اپنے نیچے جو کپڑا بچھا ہؤا تھا وہ اٹھا کر اس کی خاطر بچھا دیا اور فرمایا آ گئی میری خدیجہؓ کی سہیلی، آ گئی میری خدیجہؓ کی سہیلی۔ 9

اس قسم کی محبت کی موجودگی میں تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ حضرت خدیجہؓ کی بیماری کے دنوں میں رسول کریم ﷺ نے ان کے لئے کتنے درد اور کتنے سوز سے دعائیں کی ہوں گی مگر پھر وہ دعائیں قبول تو نہ ہوئیں اور رسول کریم ﷺ ہی کو خدا کی مشیت پر صبر کرنا پڑا۔

اسی طرح ابو طالب کے متعلق آپ نے کس قدر دعائیں کیں کہ خدایا اسے ہدایت دے دے مگر ان دعاؤں کے باوجود ابو طالب کو ہدایت نہ ملی۔ غرض رسول کریم ﷺ کی بیوی بھی فوت ہوئی، بچے بھی فوت ہوئے اور پھر چچا، ایسا محبت کرنے والا چچا جس نے باوجود مذہبی اختلاف رکھنے کے اور باوجود اس کے کہ اپنی قوم کی دشمنی اس نے اپنے سر لے لی اور اپنی تمام عمر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں صرف کر دی۔ اس کی ہدایت کے لئے آپؐ نے

دعائیں کیں مگر خدا تعالیٰ کی مشیت کے مطابق وہ قبول نہ ہوئیں اور آپ نے خدا تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم رکھا۔10

اسی طرح آپؐ کا ایک اور جوان چچا جس نے اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے رشتہ داروں کو آپؐ کی خاطر چھوڑ دیا تھا وہ آپ کے سامنے اس طرح مارا گیا کہ دشمن نے اس کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چبا لیا۔ پھر آپؐ کا ایک اور چچیرا بھائی دور میدانوں میں، سینکڑوں میل دور مدینہ سے پرے، غربت کی حالت میں وطن سے الگ بلکہ دو وطنوں سے علیحدہ ہونے کی حالت میں کیونکہ وہ پہلے مکہ سے مدینہ آیا اور پھر مدینہ سے شام کے میدانوں میں گیا، جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ مدینہ میں جب جنگ میں شہید ہونے والوں کے متعلق اطلاع پہنچی تو تمام لوگوں نے اپنے اپنے مُردوں پر رونا شروع کر دیا۔ آپ کو بھی اپنے چچیرے بھائی کی وفات کا جس کا نام جعفرؓ تھا سخت صدمہ ہؤا اور اسی صدمہ کی حالت میں آپ مدینہ کی گلیوں میں سے گزرے تو بعض گھروں میں سے رونے کی آواز آئی۔ مگر جب حضرت جعفرؓ کے مکان کے پاس سے گزرے تو وہاں کوئی رونے والا نہیں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو نہیں کہ رونے کو پسند کرتے تھے یا صحابہؓ بلند آواز سے رویا کرتے تھے مگر ایسے موقع پر چونکہ آواز کو بعض دفعہ پوری طرح دبایا نہیں جا سکتا خصوصاً نوجوان لڑکیوں سے، اس لئے بعض گھروں سے رونے کی آواز آرہی تھی لیکن جعفرؓ کے مکان کے پاس بالکل خاموشی تھی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے دل میں درد پیدا ہؤا اور آپ نے فرمایا افسوس جعفرؓ کو رونے والا بھی کوئی نہیں۔ انصار (اللہ تعالیٰ کی ان پر بڑی بڑی رحمتیں ہوں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لفظ ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ جونہی انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سنے وہ بھاگ کر اپنے گھروں کو گئے اور انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ نیک بختو! تم اپنے مُردوں کو روتی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت شدہ عزیز کو نہیں روتیں فوراً جعفرؓ کے گھر جاؤ اور وہاں رونا شروع کر دو۔ چنانچہ مدینہ کی تمام عورتیں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر اکٹھی ہو گئیں اور انہوں نے ایک کُہرام مچا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کیا ہؤا؟ انصار نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو فرمایا تھا کہ جعفرؓ پر کوئی رونے والا نہیں؟ ہم نے اپنی عورتوں کو جعفرؓ کے گھر بھجوا دیا ہے اور وہ

سب اس جگہ اکٹھی ہو کر رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرا یہ مطلب تو نہیں تھا میں نے تو محض اپنے غم کا اظہار کیا تھا۔ اس پر ایک صحابیؓ دوڑتے ہوئے ان عورتوں کی طرف گئے اور کہا کہ مت روؤ، رسول کریم ﷺ منع کرتے ہیں۔ وہ اس وقت جوش میں بھری ہوئی تھیں انہوں نے کہا ہم تو روئیں گی یہ سن کر وہ پھر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یَارَسُولَ اللہ! وہ تو باز نہیں آتیں۔ اس پر آپ نے فرمایا ڈالو ان کے منہ پر مٹی۔ یہ عرب کا ایک محاورہ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ اس وقت وہ جوش کی حالت میں ہیں تھوڑی دیر کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گی مگر وہ شخص ظاہری الفاظ کا زیادہ پابند تھا اس نے جھولی میں مٹی ڈالی اور جا کر ان عورتوں کے مونہوں پر ڈالنی شروع کر دی۔ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئیں اور فرمایا رسول کریم ﷺ کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ ان کے مُنہ پر مٹی ڈالنی شروع کر دو۔ آپ کا تو یہ مطلب تھا کہ اب زیادہ کچھ نہ کہو وہ خود ہی خاموش ہو جائیں گے۔ 11

غرض رسول کریم ﷺ کے سامنے آپ کے بعض عزیز اور رشتہ دار شہید ہوئے اور بعض کی شہادت کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قبل از وقت اطلاع بھی دی گئی اور اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے ان کے لئے ضرور دعائیں کی ہوں گی۔ مگر خدا تعالیٰ کی جو مشیّت تھی وہی ہوا۔ اب کیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ چونکہ رسول کریم ﷺ کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوئیں اس لئے آپ کو قبولیت دعا کا منصب حاصل نہ تھا۔ اس بدبخت کو مَیں کہوں گا کہ اے جاہل اللہ تعالیٰ کا تعلق اپنے بندوں سے دوستوں کا سا ہوتا ہے کبھی وہ ان کی سنتا ہے اور کبھی اپنی منواتا ہے۔ اے جاہل! تجھے وہ بیسیوں باتیں تو نظر آتی ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے اپنی منوائی مگر وہ لاکھوں کروڑوں امور نظر نہیں آتے جن میں محمد رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو سن کر خدا نے پورا کیا اور اس کی عبودیت پر اپنے عمل سے مہر لگائی۔

میں نے جیسا کہ بتایا ہے اس ٹریکٹ میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن کے متعلق میں نے کبھی دعا نہیں کی۔ مثلاً لکھا ہے:۔

”جب آپ نے احمدیہ سٹور قوم کے ہزاروں روپیہ کے سرمایہ سے جاری کیا تھا اور اس میں آپ نے اپنی ذمہ داری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا کیا اس کی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کی تھیں؟ اگر کی تھیں تو سٹور کیوں تباہ و برباد ہوا۔“

حالانکہ مجھے کیا مصیبت پڑی تھی کہ میں سٹور کے لئے دعا کرتا۔ پھر مَیں نے تو جو لوگ اس میں کام کر رہے تھے انہیں مشورہ دیتے ہوئے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ قادیان میں بیس ہزار روپیہ سے زیادہ کی تجارت نہیں چل سکتی اور اگر چلائی جائے گی تو نقصان ہو گا۔ انہوں نے میری اس بات کو نہ مانا اور 80 ہزار روپیہ جمع کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اتنا روپیہ چونکہ قادیان میں لگ نہیں سکتا تھا اس لئے انہیں نقصان ہو گیا۔ مگر بہرحال سٹور کوئی دینی چیز نہیں تھی جس کے لئے میں دعا کرتا اور نہ میں نے اس کے لئے کبھی دعا کی سوائے انابت کی قسم کی دعا کے۔

پھر لکھتا ہے:۔

”کیا جناب کو یاد نہیں کہ جب آپ کے نہایت قیمتی گھوڑے چور لے گئے اور آپ نے ان کی واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو واپس کیا آنے تھے الٹا آپ سے بھونگے کی رقم بھی لے کر کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہؤا؟“

یہ بات بھی ویسی ہی غلط ہے جیسی پہلی۔ کیونکہ خودبخود یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ چونکہ میرے گھوڑے چوری ہو گئے تھے اس لئے میں نے ان کی دستیابی کے لئے ضرور دعا کی ہو گی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان دنوں ایک دوست غالباً چودھری فتح محمد صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر یہ گھوڑے نہ ملے تو ہماری اس علاقہ میں بہت ذلت ہو گی۔ آپ دعا کریں کہ ہمیں گھوڑے مل جائیں۔ میں نے انہیں کہا کہ میں ایسے امر کے لئے دعا کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرے لئے اس سے بہت اہم امور دعا کے لئے موجود ہیں وہی میرے لئے بس ہیں۔ دعا نہایت مقدس چیز ہے اس کو ایسی ذلیل باتوں کے لئے استعمال کرنا مجھے سخت ناپسند ہے۔ ہاں

بعض دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک گھوڑے کے چوری ہونے پر بھی کسی کو دعا کی ضرورت محسوس ہو۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کی ساری پونجی گھوڑا ہی ہو ایسی حالت میں اگر وہ گھوڑے کے لئے دعا کرتا ہے تو جائز ہو گا۔ یا کوئی اور شخص ہے جس نے جہاد کے لئے گھوڑا رکھا ہؤا ہے اور وہی گھوڑا چور چرا کر لے جاتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر وہ دعا کرتا ہے کہ خدایا میرا گھوڑا مجھے مل جائے تو یہ بالکل جائز ہو گا کیونکہ اگر نہ ملے تو وہ جہاد سے محروم رہتا ہے۔ مگر میں نے وہ گھوڑے کون سے جہاد کے لئے رکھے ہوئے تھے کہ میں ان کے گم ہو جانے پر دعا کرتا کہ وہ مجھے مل جائیں۔ وہ میرے لئے قطعاً کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے بلکہ ایک تو سَو یا سَوا سَو روپیہ کا تھا جو میں نے خود خریدا تھا اور دوسری گھوڑی تھی جو ایک دوست مجھے بطور تحفہ دے گئے تھے۔ بہرحال میرے لئے ان کا چوری چلے جانا کوئی زیادہ اہم نہ تھا۔ پھر یہ کہنا کہ الٹا وہ بھونگے کی رقم بھی لے کر کھا گئے یہ بھی درست نہیں۔ پولیس نے چوروں کو پکڑ لیا تھا پھر بھنگا دینے کے کیا معنی؟ اور وہ ان کو گرفتار کر کے قادیان لے آئے تھے۔ دو تین دن بعد انہوں نے مجھ سے کہا یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں تو یہ گھوڑے آپ کو واپس کر دیں گے۔ میں نے سمجھا کہ پولیس کو رشوت کی تو عادت ہوتی ہے انہوں نے کچھ کھا لیا ہو گا اور یہ خود ایک سزا ہے جو ان چوروں کو مل گئی ہے اس لئے میں نے کہہ دیا کہ اچھا چھوڑ دو اور مجھ سے دراصل وہ اسی لئے کہلوانا چاہتے تھے کہ وہ ڈرتے تھے کہ بطور خود چھوڑا تو یہ افسروں سے شکایت کریں گے۔ اب ان کے لئے صرف یہی صورت تھی کہ میری زبان سے کوئی فقرہ نکلوا کر انہیں چھوڑ دیں۔ چنانچہ وہ چھوٹ کر چلے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ چنانچہ وہ لوگ جو ان کے ناموں سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ وہی لوگ جنہوں نے میرے گھوڑے چرائے تھے ایک اور جُرم میں پکڑے گئے اور ان پر مقدمہ چلا۔ ڈپٹی کمشنر جو انگریز تھا اسے کسی نے بتا دیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کے گھوڑے چرائے تھے۔ اس نے فیصلہ کرتے ہوئے لکھا کہ میں تمہیں صرف دو دو سال قید کی سزا دینا چاہتا تھا مگر چونکہ تم نے مرزا صاحب کے گھوڑے چرائے تھے اور پھر واپس نہیں کئے اس لئے میں تمہیں پانچ پانچ سال قید کی سزا دیتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انہیں سزا ملی وہ الگ ہے۔ ان میں سے ایک کی بیوی

نکل گئی۔ دوسرے کا بیٹا مارا گیا اور پھر جلد ہی وہ خود بھی مر گیا۔ تیسرے شخص کے بارہ میں مجھے یاد نہیں کہ اسے کیا سزا ملی مگر جہاں تک مجھے یاد ہے وہ بھی سخت سزا میں مبتلا ہؤا تھا اور ارد گرد کے واقف لوگوں میں اس واقعہ کو ایک نشان سمجھا جاتا ہے۔

پچھلے دنوں جب میں سندھ گیا تو وہاں دو سندھیوں نے میری بیعت کی اور انہوں نے بتایا کہ ہمارے بیعت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی چوری کسی کو ہضم نہیں ہوتی۔ چنانچہ وہ کہنے لگے یہاں سندھ میں یہ بات بڑی مشہور ہے کہ پنجابی پیر کی کوئی چوری نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو وہ اسے ہضم نہیں ہوتی۔ سندھیوں کے لئے اپنے پرانے پیروں کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے وہاں بعض ایسے نشانات دکھائے جن کے ماتحت وہ اس بات پر مجبور ہو گئے کہ اپنے پیروں کو چھوڑ کر میری بیعت کریں۔

چنانچہ بعض واقعات انہوں نے مجھے بھی سنائے جو واقع میں حیرت انگیز تھے۔ مثلاً ایک نے بتایا کہ ایک شخص آپ کا کچھ غلہ چُرا کر لے گیا۔ کھوج اس کے ڈیرہ تک پہنچا مگر اس نے تسلیم نہ کیا۔ اس کے خسر نے اسے کہا کہ ان کی چوری پچا نہیں کرتی تم اپنے جُرم کا اقرار کر لو مگر اس نے نہ مانا۔ خدا کا کرنا ایسا ہؤا کہ وہ ادھر جواب دینے کے لئے پنچایت کے پاس آیا اور ادھر اس کے ہمسایہ کے ساتھ اس کی بیوی بھاگ گئی۔ اس قسم کے اَور کئی واقعات ہوئے جس کی وجہ سے عام طور پر لوگوں پر ایک ہیبت ہے۔

غرض یہ دنیوی چیزیں ہیں جن کے متعلق عام حالات میں مَیں دعا کرنا پسند نہیں کرتا۔ دعا تو ایک بہت ہی اعلیٰ اور ارفع چیز ہے۔ اس سے تو ہم دین کی مشکلات کے دور ہونے اور جماعت کو بحیثیت مجموعی ترقی کے لئے کام لیتے ہیں نہ یہ کہ گھوڑے چوری ہوں تو ہم دعا کرنے لگ جائیں مگر معلوم ہوتا ہے اس نے اپنے اوپر قیاس کر لیا چونکہ اس کی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی حالت ایسی ہی ہے۔ "نقصاں جو ایک پیسے کا دیکھیں تو مرتے ہیں۔" اس لئے اس نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے خیال کر لیا کہ ہماری بھی یہی حالت ہے۔ گویا وہی اندھے اور سوجاکھے والی بات آگئی جو میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔

میں نے بتایا ہے کہ جو واقعات اس ٹریکٹ میں پیش کئے گئے ہیں ان میں سے

بعض امور ایسے ہیں کہ ان کے متعلق میں نے دعا کی ہی نہیں بلکہ گیارہ میں سے اکثر ایسے ہیں جن کے متعلق میں نے کبھی دعا نہیں کی۔ صرف ایک واقعہ ایسا ہے جس کے متعلق میں نے دعا کی تھی مگر جیسا کہ میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں ہی بیان کیا تھا اگر ایک چھوڑ میری سو دعائیں بھی ایسی نکل آئیں جو قبول نہ ہوئی ہوں تو اس سے مجھ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ انسان کی ہر دعا قبول نہیں ہوتی ورنہ بتایا جائے کہ کیا رسول کریم ﷺ کے گیارہ بچے فوت نہیں ہوئے اور کیا آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کے متعلق دعا نہیں کی تھی۔ اسی طرح آپ کی بیوی فوت ہوئی، آپ کے کئی رشتہ دار فوت ہوئے، آپ کے کئی صحابہؓ فوت ہوئے اور آپ نے لازماً ان میں سے ہر ایک کے متعلق دعا کی ہو گی مگر خدا تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ مرنے والے مرتے جائیں گے اور جن کا نقصان مقدر ہے ان کا نقصان ہوتا چلا جائے گا۔ یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ مومن کا نقصان نہیں ہوتا یا مومن پر کبھی کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی بلکہ بحیثیت مجموعی مومن ترقی کرتا ہے اور بحیثیت مجموعی وہ مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہتا ہے۔

گویا مومن کے نقصان کی مثال ویسی ہی ہوتی ہے جیسے حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے کئی سال مزدوری کر کے سونے کے کڑے بنوائے۔ ایک دن کوئی چور آیا اور اس کے کڑے اتار کر لے گیا۔ سال دو سال کے بعد ایک دن وہ عورت اپنے مکان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ اس نے دیکھا وہی چور جس نے اس کے کڑے اتارے تھے پاس سے گزر رہا ہے۔ اس نے اسے آواز دی اور کہا بھائی ذرا میری بات سن جانا۔ اس نے جب دیکھا کہ وہی عورت اسے آواز دے رہی ہے جس کے کڑے وہ اتار کر لے گیا تھا تو اس نے جلدی جلدی وہاں سے بھاگنا چاہا تا کہ وہ اسے پکڑوا نہ دے مگر اس نے پھر آواز دی اور کہا بھائی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں کسی کو کچھ کہوں گی نہیں تو میرے پاس آکر میری ایک بات سن جا۔ چنانچہ وہ آیا تو وہ عورت اسے کہنے لگی دیکھ میرے ہاتھوں میں پھر سونے کے کڑے پڑے ہوئے ہیں مگر تیری وہی لنگوٹی ہی رہی۔ تو مومن اور کافر میں یہی فرق ہے۔ یہ نہیں کہ مومن کا نقصان نہیں ہوتا اور کافر کا ہوتا ہے بلکہ نقصان دونوں کا ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں

صاف طور پر لکھا ہؤا ہے کہ کبھی تم ان کا نقصان کر دیتے ہو اور کبھی وہ تمہارا نقصان کر دیتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ تمہارے لئے کامیابی مقدر ہے مگر کفار کے لئے کامیابی مقدر نہیں۔ تم نقصان کے باوجود بڑھتے چلے جاؤ گے اور ان کا نہ صرف نقصان ہو گا بلکہ وہ اور زیادہ گھٹتے چلے جائیں گے۔12

پھر مَیں نے بتایا ہے کہ اگر اسی اصول کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ قبولیتِ دعا کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کی کوئی دعا بھی قبول ہونے سے نہ رہے تو اس کی زد حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی پڑتی ہے کیونکہ باوجود اس کے کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ کو قبولیت دعا کا نشان بخشا گیا ہے آپ کی چار دعائیں قبول نہ ہوئیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کے متعلق آپ نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی، بشیر اول کے متعلق آپ نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی، آتھم کے متعلق آپ نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی، مبارک احمد کے متعلق آپ نے دعا کی اور وہ قبول نہ ہوئی۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس اور ایسی دعائیں بتاتا ہوں جو گو ہمارے نزدیک قبول ہوئیں اور اِنْشَاءَ اللّٰہ قبول ہوں گی مگر اس ٹریکٹ کے لکھنے والے اور اس کے استاد مصری اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک قبول نہیں ہوئیں۔ اس ٹریکٹ کے لکھنے والے کا دعویٰ یہ ہے کہ میں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) دھوکے باز ہوں، میں جھوٹ بولتا ہوں، میں فریب کرتا ہوں اور میں ہدایت سے محروم ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے ٹریکٹ کے آخر میں مجھے مباہلہ کا چیلنج دیتا ہے اور مباہلہ کا چیلنج اسی کو دیا جاتا ہے جو ہدایت سے محروم ہو۔ پس اگر یہ صحیح ہے کہ میں ہدایت سے محروم اور ضلالت میں گرفتار ہوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چالیس دعائیں اس کے اپنے دعویٰ کے مطابق (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) خدا تعالیٰ نے ردّ کر دیں اور وہ قبولیت کا شرف نہیں پا سکیں۔ یہ دعائیں دونوں آمینوں میں درج ہیں۔

(1) پہلی دعا جو بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ردّ ہوئی وہ یہ ہے "دے ان کو دین و دولت"۔ دولت کو تم جانے دو کیونکہ اصل چیز دین ہے لیکن دین ہی وہ چیز ہے جو اس ٹریکٹ کے لکھنے والے کے قول کے مطابق ہمیں نہیں ملا بلکہ ہم اس قابل ہیں کہ ہم سے مباہلہ

کیا جائے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے متعلق جو دعا کی تھی کہ الٰہی ان کو دین و دنیا دے وہ ردّ ہو گئی۔

(2) دوسری دعا اس کے قول کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ "کر ان کی خود حفاظت۔" آپ فرماتے ہیں کہ خدا خود ان کی حفاظت کرے۔ اب بھلا جو شخص مباہلہ سے ہلاک ہو سکتا ہے اس کی خدا کس طرح حفاظت کرے گا؟

(3) تیسری دعا بزعم ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی "ہو اِن پہ تیری رحمت" کیونکہ جو بے دین ہو، جو لوگوں کو دھوکا و فریب دیتا رہتا ہو اور جو ٹریکٹ لکھنے والے کی تحریر کے مطابق حسن بن صباح کی چالیں چلتا رہتا ہو اس پر خدا تعالیٰ کی رحمت کس طرح ہو سکتی ہے؟

(4) چوتھی دعا بقول مصریوں کے اور پیغامیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ "دے رُشد" کیونکہ اس کے قول کے مطابق رُشد کی بجائے گمراہی اور ضلالت ہمارے حصہ میں آئی ہے۔

(5) پانچویں دعا بقول مصریوں اور پیغامیوں کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"دے ہدایت۔"

(6) چھٹی دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ "دے عزت" کیونکہ وہ میرے متعلق اسی ٹریکٹ میں لکھتا ہے کہ:-

"جس پر اس قسم کے الزامات لگ جائیں اس کی تو اپنی پوزیشن خاک میں مل جاتی ہے جب تک وہ الزامات سے بریّت ثابت نہ کرے۔"

گویا ان الزامات کی وجہ سے میری عزت خاک میں مل گئی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) ردّ ہو گئی کہ خدایا ان کو عزت دے۔

(7) ساتویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو۔"

(8) آٹھویں دعا بقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"جاں پُر زِ نور رکھیو۔"

(9)نویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"میری دعائیں ساری کریو قبول باری۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ دعا کی تھی کہ خدایا میری ساری دعائیں قبول کرنا مگر ان کے خیال کے مطابق خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بارہ میں ساری دعائیں ردّ کر دیں۔

(10)دسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"کر دور ہر اندھیرا۔"

(11)گیارھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا۔"

(12)بارھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر۔"

(13)تیرھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے۔"

(14)چودھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے۔"

(15)پندرھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے۔"

(16)سولہویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے۔"

(17)سترھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"دے بخت جاودانی۔"

(18)اٹھارھویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"اور فیض آسمانی۔"

(19) انیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری۔"

(20) بیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"اپنی پنہ میں رکھیو سن کر یہ میری زاری۔"

(21) اکیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

" تیرے سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا۔"

(22) بائیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر۔"

(23) تئیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"یہ ہادئ جہاں ہوں۔"

(24) چوبیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"یہ ہوویں نور یکسر۔"

(25) پچیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"یہ ہوویں مہر انور۔"

(26) چھبیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"اہلِ وقار ہوویں۔"

(27) ستائیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"فخر دیار ہوویں۔"

(28) اٹھائیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"حق پر نثار ہوویں۔"

(29) انتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رڈ ہوئی کہ

"مولیٰ کے یار ہوویں۔"

(30)تیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"بنا ان کو نکوکار۔"

(31)اکتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند۔"

(32)بتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"ہدایت کر انہیں میرے خداوند۔"

(33) تینتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے۔"

(34)چونتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے۔"

(35)پینتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"نجات ان کو عطا کر گندگی سے۔"

(36) چھتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"براءت ان کو عطا کر بندگی سے۔"

(37) سینتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"بچانا اے خدا بد زندگی سے۔"

(38)اڑتیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی۔"

(39)انتالیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"نہ آوے ان کے گھر تک رُعبِ دجال۔"

(40)چالیسویں دعابقول ان کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ردّ ہوئی کہ

"نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ

مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا"

اب بقول مصری صاحب کے ان چیلوں اور پیغامیوں کے اگر ان چالیس دعاؤں کے ردّ ہونے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قبولیت دعا کے مدعی رہ سکتے ہیں تو میری اگر گیارہ دعائیں ردّ ہو گئیں تو کون سی بڑی بات ہوئی مگر حق یہ ہے کہ دعا کے صحیح مفہوم کے ماتحت نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعائیں یا دوسری دعائیں ردّ ہوئیں اور نہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میری ہی دعائیں ردّ ہوئیں اور یہ معترض جھوٹے اور حاسد ہیں۔ یہ شور مچاتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سلسلہ کو ترقی دیتا چلا جائے گا اور اس کے کام ان کے شور مچانے سے نہیں رکیں گے۔ اِنْشَاءَاللّٰہ تَعَالٰی۔"

(الفضل 20 جولائی 1940ء)

---

1 الزمر: 55

2 المومن: 61

3 متی باب 26 آیت 39

4 بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا بک لمحزونون

5 اسد الغابۃ حالات عثمانؓ بن مظعون جلد اول صفحہ 493 تا 495 الطبعۃ الاولیٰ 1998ء

6 بخاری کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور

7 بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہا

8 بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ

9 شعب الایمان للبیہقی کتاب فی رد الاسلام باب فصل فی المکافأۃ بالضائع

10 اسد الغابۃ جلد اول صفحہ 606 الطبعۃ الاولیٰ 1998ء مطبع دار الفکر بیروت لبنان

11 بخاری کتاب الجنائز باب من جلس عند المصیبۃ یعرف فیہ الحزن